(قسط ۱) مولانا مختار اللہ حقانی*

اعضا کی پیوند کاری اسلام کی نظر میں

الحمد لله وكفىٰ والصلوة والسلام على اشرف الرسل وخاتم الانبياء وعلى اصحابه واهل بيته النجباء الى يوم الجزاء اما بعد

قال الله تبارك و تعالىٰ ومن احياها فكانّما احيا النّاس جميعاً (الاية) صدق الله العظيم.

جناب کرنل (ریٹائرڈ) ڈاکٹر مختار حامد شاہ صاحب (ماہر امراض گردہ) جناب راجہ ظفر الحق صاحب، استاد العلماء حضرت العلامہ مولانا انوار الحق صاحب، دیگر محترم علماء عظام، مفتیان کرام اور حاضرین مجلس!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں جناب کرنل (ر) مختار حامد شاہ صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے ''اعضاء کی پیوند کاری اسلام کی نظر میں'' کے حوالہ سے اس مجلس کا انعقاد کیا اور ملک بھر کے مختلف مکاتب فکر کے جید اہل علم اور مفتیان عظام کو جمع کیا کہ وہ اس موضوع کے حوالہ سے قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کا ایک جامع حل پیش کریں مجھ ناچیز اور کم علم طالب علم کو بھی اس حوالہ سے شرکت کا موقع دیا گیا ہے میں اس پر کرنل صاحب کا سپاس گزار ہوں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کرنل صاحب کی اس سعی کو قبول فرمائے اور دین متین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ پہلے زمانہ میں جن امور کے وجود کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آج ہم ان امور کو بالمشافہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور محسوس کر رہے ہیں، ایک طرف سائنسی ترقیات نے عقل انسانی کے مطابق ناممکن کاموں کو ممکن بنا دیا، مگر دوسری طرف سائنسی ترقیات نے بہت سارے پیچیدہ مسائل کو بھی جنم دیا ہے، اہل علم اور ارباب فتویٰ حضرات نے بنیادی ماخذ قرآن وسنت، فقہاء کرام کے وضع کردہ اصول وقواعد اور اشباہ ونظائر سے ان مسائل کو حل کرنے کی انتھک کوششیں کی ہیں، اور امت مسلمہ کے سامنے ان مسائل کا حل اپنے قوت اجتہاد سے پیش کیا ہے

سائنسی ترقیات کے پیدا کردہ ان مسائل میں ایک مسئلہ اعضاء کی پیوند کاری کا بھی ہے، کہ جب کسی انسان کا کوئی عضو ناکارہ ہو جائے اور وہ اپنا کام کرنا چھوڑ دے تو آئندہ اس عضو کے عمل کو جاری رکھنے کے لئے جدید سرجری

---

* مفتی واستاذ شعبہ تخصص فی الفقہ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

نے اعضا کی پیوندکاری سے ایک ناممکن عمل کوممکن بنایا ہے جنہیں آج ہم دیکھ رہے ہیں اگرچہ اعضاء کی پیوندکاری کی تاریخ کافی طویل ہے' جلد یعنی چمڑے کی پیوندکاری کا رواج تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح سے ہے' اور آنکھوں کی پتلی اور ہڈیوں کی پیوندکاری انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں عمل میں آئی اور مکمل اعضاء کی پیوندکاری بیسویں صدی کے آغاز میں رونما ہوئی اور ۱۹۶۰ء میں یہ عمل ایک حقیقت بن کر اُبھرا۔

س: کیا غیر رشتہ دار رضامندی سے گردے کا عطیہ کرسکتا ہے اور اس کے عوض معاوضہ یا انعام کی رقم حاصل کرسکتا ہے؟

ج: آج کل اعضا کی پیوندکاری کی چار صورتیں ہمارے سامنے ہیں جن میں ہر ایک کیلیے الگ الگ شرعی حکم ہے۔

غیر حیوانی اجزاء کی پیوندکاری: اعضاء کی پیوندکاری کی پہلی صورت یہ ہے کہ انسان کے ناکارہ عضو کی جگہ مصنوعی عضو نصب کیا جائے۔ مثلاً مصنوعی دانت' مصنوعی آلہء سماعت' اور مصنوعی جوڑ وغیرہ' پیوندکاری کا یہ عمل زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔

جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے **عرفجة بن سعد أنه أصيب أنفه ' يوم الكلاب فاتخذ أنفا فأنتن عليه فأمره النبي ﷺ أن يتخذ أنفاً من الذهب.** (جامع ترمذی ۱/۳۰۶' اعلاء السنن ۱۷/۳۶۱)

حضرت عرفجہ بن سعدؓ کی ناک زمانہ جاہلیت کی ایک لڑائی (یوم الکلاب) میں کٹ چکی تھی' تو انہوں نے چاندی کی ناک لگوائی۔ لیکن اس میں بدبو پیدا ہوگئی' تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سونے کی ناک لگوانے کی اجازت دے دی۔

اسی طرح اعلاء السنن میں زمانہ نبوی ﷺ کے ایک اور واقعہ کا ذکر ہے کہ

عن عبد الله بن عبد الله ابن أبي ابن سلول قال اندقت ثنيتي يوم أحد فأمرني أن اتخذ ثنية من ذهب. (إعلاء السنن . ۱۷/۲۹۴) کہ رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلولؓ کو سونے کے دانت لگوانے کی اجازت دی تھی' جب اس کے سامنے کے دو دانت غزوہ اُحد میں ٹوٹ گئے تھے۔ یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہیں' مگر اسانید کی مجموعی حالت کی وجہ سے قابلِ قبول ہے۔ اور اس روایت کے شواہد بھی موجود ہیں اسی طرح صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ سے بھی یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے بیمار دانتوں کو سونے کی تاروں سے باندھ کر مضبوط کیا تھا۔ (إعلاء السنن . ۱۷/۲۹۴)

اور تابعین میں سے امام حسن بصریؒ عبیداللہ بن حسینؒ عبدالملک بن مروانؒ اور موسی بن طلحہ بن عبیداللہؒ نے بھی اپنے دانتوں پر سونے کا خول چڑھایا تھا' (تفصیل کے لئے اعلاالسنن ۱۷/۲۹۴'۲۹۵ ملاحظہ ہو)

امام ابوجعفر طحاویؒ نے سونے کے تاروں سے دانت باندھنے کے بارے میں لکھا ہے: **وقد روى عن جماعة من المتقدمين إباحة شدّ الأسنان بالذهب** (شرح معانی الاثار ۲/۳۵۰، کتاب الکراهية)

متقدمین کی ایک جماعت سے سونے کے تاروں سے دانت باندھنے کی اباحت کا قول مروی ہے اور امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ

نے بھی لکھا ہے کہ :وقد روی عن غیر واحد من أهل العلم أنهم شدوا أسنانهم بالذهب (جامع ترمذی، ۱ر۳۷، کتاب اللباس)

اور بہت سارے اہل علم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے دانتوں کو سونے کے تاروں سے مضبوط کیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ امام محمدؒ فرماتے ہیں: ولیشد الأسنان بالفضة ولا یشد ھا بالذھب وقال محمدؒ لاباس به. (خلاصة الفتاوی ج ۴/۳۷) دانتوں کو چاندی کے تاروں سے باندھا جائے گا' سونے کے تاروں سے نہیں' لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس میں (سونے کے تاروں سے باندھنے میں) کوئی حرج نہیں۔

مذکورہ بالا دلائل سے تو ایک طرف یہ بات ثابت ہوئی کہ مصنوعی اعضاء کی پیوندکاری قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے اور دوسری طرف اس پیوندکاری کا جواز ثابت ہوتا ہے حالانکہ سونا مردوں کیلئے بالاتفاق حرام ہے' مگر مجبوری کے تحت محتاج شخص کے لئے حلال قرار دیا گیا' اس لئے پیوندکاری کی یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔ پیوندکاری کی اس صورت کا جواز اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں تمام اشیاء حضرت انسان کے لئے پیدا فرمائی ہیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً (الایة) اللہ تعالیٰ نے تمام زمینی اشیاء تمہارے فائدے کے لئے پیدا کی ہیں۔اور اس آیت کے مضمون سے فقہاء کرام نے الأصل فی الأشیاء الإباحة کا قاعدہ نکالا ہے۔اور یہ قاعدہ مذکورہ صورت کا جواز مہیا کرتا ہے۔اور مصنوعی اعضاء کی یہ سرجری زیادہ مفید بھی ہے' چنانچہ امریکی شعبہ اطلاعات پاکستان کے شائع کردہ ماہنامہ ''سیر بین'' جلد ۱۹ شمارہ ۹ ستمبر ۱۹۶۷ء میں کہا گیا ہے کہ انسانی اعضاء کے مقابلے میں مصنوعی اعضاء زیادہ موثر اور دیرپا ثابت ہورہے ہیں اور انسان کی پیوندکاری کے نقصانات ظاہر ہو رہے ہیں۔(بحوالہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری از مفتی محمد شفیع وتفہیم المسائل ۱ر۲۴۰)

۲۔ ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم جانوروں کے اجزا کا استعمال: دوسری صورت ماکول اللحم جانوروں کے اعضاء کی پیوندکاری ہے' ماکول اللحم جانور کے اعضاء کی پیوندکاری' جو شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو' بالاتفاق جائز ہے' ذخائر فقہ میں اس کا تذکرہ وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاریؒ فرماتے ہیں:

إذاسقط السن ..... یأخذ سن شاة ذکیة ویضعها مکانها (خلاصة الفتاوی ۴/۳۷)

کہ جب کسی کا دانت ٹوٹ کر گر جائے تو' کسی مذبوحہ بکری کا دانت لے کر اس کی جگہ رکھ دے۔

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامیؒ نے امام کرخیؒ کا قول نقل کیا ہے۔

قال الکرخی: إذا اسقطت ثنیة رجل .... یأخذ من شاة ذکیة یشد مکانها (ردالمختار)

جب کسی آدمی کے سامنے کے دانت گر جائے' تو وہ کسی مذبوحہ بکری کا دانت لے کر اس کی جگہ لگوائے۔

اور فتاوی عالمگیری میں ہے:إذا کان الحیوان ذکیاً لأنه عظم طاھر رطباً کان أویابساً یجوز الانتفاع به.

(فتاوی هندية ۵ / ۳۵۴) جبکہ حیوان شرعی طریقہ سے ذبح ہو چکا ہو تو اس کی ہڈی سے انتفاع جائز ہے ہڈی چاہے تر ہو یا خشک۔

۳۔ مأکول اللحم غیر مذبوحہ اور غیر ماکول اللحم: پیوند کاری کی تیسری صورت یہ ہے کہ ماکول اللحم غیر مذبوحہ اور غیر مأکول اللحم جانوروں کے اعضاء کی انسانی جسم میں پیوند کاری ہو اگر چہ ایک انسان کیلئے غیر مذبوحہ یا غیر ماکول اللحم حیوان کے اعضاء کا استعمال بلاضرورت جائز نہیں۔ لیکن اگر مریض کی حالت اتنی خراب ہو کہ اس کی جان کے چلے جانے یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا قوی خدشہ ہو اور اس وقت نہ مصنوعی اعضاء کی پیوند کاری کارآمد ہو سکتی ہو اور نہ ماکول اللحم مذبوحہ جانور کا کوئی عضو ممکن الاستعمال یا مہیا ہو اور اس وقت صرف غیر ماکول اللحم یا ماکول اللحم غیر مذبوحہ جانور کے اعضاء کارآمد ہو سکتے ہوں تو اس صورت میں مذکورہ جانوروں کے اعضاء کی پیوند کاری بھی جائز ہے۔

جیسا کہ امام سرخسیؒ نے امام محمدؒ کے حوالے لکھا ہے: قال محمدؒ: لابأس بالتداوی بالعظم إذا كان عظم شاة أوبقرة أوبعير أوفرس أوغيره من الدواب الاعظم الخنزير و الأدمی فانه ' يكره التداوی بهما (فتاوی هندیہ ۳۵۴/۵) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہڈیوں سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ ہڈی بکری' گائے' اونٹ' گھوڑے یا انکے علاوہ دیگر جانور کی ہو سوائے خنزیر اور آدمی کی ہڈی کے' ان سے علاج کرنا مکروہ تحریمی ہے

اور فتاوی ہندیہ میں امام محمدؒ کا یہ قول مذکور ہے: فقد جوّز التداوی بعظم ماسوی الخنزير و الادمی من الحيوانات مطلقاً من غير فصل بينما إذا كان الحيوان ذكياً أوميتاً وبينما إذا كان العظم رطباً أويابساً (فتاویٰ هنديه ۵ / ۳۵۴ كتاب الكراهية.

امام محمدؒ نے سوائے انسان اور خنزیر کی ہڈی کے سب جانوروں کی ہڈیوں سے علاج کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے' اور آپؒ نے جانور کے مردار یا مذبوح ہونے' ہڈی کے خشک یا تر ہونے کی کوئی تفصیل نہیں فرمائی۔ فتاویٰ ہندیہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ: واما عظم الكلاب فيجوز التداوی به هكذا قال مشائخنا (فتاوی ہندیہ ۳۵۴/۵)

کہ کتے کی ہڈی کو علاج کے لیے ہمارے مشائخ نے جائز قرار دیا ہے۔

تو مذکورہ تفصیل سے انسانی جسم میں ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم حیوان کی پیوند کاری کا حکم معلوم ہوا کہ پیوند کاری کا یہ عمل بھی ضرورت کے وقت شرعاً جائز ہے۔

۴۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری: پیوند کاری کی چوتھی صورت یہ ہے کہ جب شخص کا کوئی عضو ناکارہ ہو جائے تو اس کے علاج کے لئے کسی زندہ یا مردہ انسان کا تندرست عضو نکال کر مریض کی اس ناکارہ عضو کی جگہ پیوند کر کے اس مریض کا علاج کیا جائے' جیسے آج کل انسانی گردوں کا انتقال' دل کی پیوند کاری اور آنکھوں کی پیوند کاری وغیرہ کی صورتیں رونما ہو چکی ہیں۔ اس وقت یہ صورت ایک ''معرکۃ الاراء'' مسئلہ بن چکا ہے۔ چونکہ مسئلہ اجتہادی ہے'

اس لئے اس بارے میں اہل علم اورارباب فتویٰ کا اختلاف ہے۔اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ پیوندکاری کا یہ عمل کئی وجوہات کی بناء پرحرام اورناجائز ہے۔

(۱) انسان اپنے اعضا کا مالک نہیں: انسانی اعضا کی پیوند کاری کے عدمِ جواز کی سب سے بنیادی دلیل یہ ذکر کی جاتی ہے کہ انسان اپنے جسم وجان کا مالک نہیں ہے۔اس کا یہ جسم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہے اوریہ اس کا امین ہے۔**لقولہ تعالیٰ إن السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولاً** (بنی اسرائیل) ترجمہ: کان، آنکھیں، اوردل ہرایک کے بارے میں بازپُرس ہوگی۔

اس لئے یہ انسان ان اعضاء کوصرف اس حدتک استعمال کرسکتا ہے، جس حدتک اس کوشریعت کی طرف سے اجازت ہو، اس اجازت کی حد سے تجاوز کرنے کا اس کوکوئی اختیارنہیں اورعلامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے وضاحت کیساتھ لکھا ہے

ویؤخذ منہ أن جنایۃ الإنسان کجنایتہ علی غیرہ فی الاثم لأن نفسہ، لیست ملکاً لہ، مطلقاً بل ہی للہ فلا یتصرف فیہا الأبما أذن لہ، فیہ (فتح الباری ۱۱/۵۳۹)

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ خودکشی کرنا اوراپنے آپ کوہلاک کرنا ایسا گناہ ہے، جیسا کہ دوسرے کو قتل کرنا، کیونکہ انسان اپنے جسم وجان کا مالک نہیں ہے، بلکہ اس کا جسم وجان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اس لئے انسان اسمیں اس حدتک تصرف کرسکتا ہے، جس حدتک اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔

اعضاء کی خرید وفروخت کی حرمت: یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے انسانی اعضاء کی خرید وفروخت کوناجائز اورحرام قراردیا ہے۔کیونکہ خرید وفروخت کی صحت کے لئے بائع کے لیے مبیعہ کا مالک ہونا ضروری ہے۔

قال العلامۃ الکاسانیؒ : والأدمی بجمیع أجزائہ محترم و مکرم ولیس من الکرامۃ والاحترام ابتذالہ بالبیع والشراء (بدائع الصنائع ۱۴۵/۵) کہ انسان اپنے تمام اعضاء کے ساتھ محترم اورمکرم ہے اوراس کی خرید وفروخت احترام اوراکرام نہیں۔

اورفتاویٰ حقانیہ میں ہے: الجواب: انسان کومجموعی طورپراللہ تعالیٰ نے مکرم اورمشرف پیدافرمایا ہے، اسی تکریم اورشرافت کے پیش نظرانسانی اعضاء کی خرید وفروخت جائزنہیں۔(فتاویٰ حقانیہ ۲/ ۵۷)

اعضاء کی وصیت کا حکم: اوراس بناپراکثر اہل علم یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح مالک نہ ہونے کی بناپرایک انسان اپنا کوئی عضوفروخت نہیں سکتا تواسی طرح اس کی وصیت بھی درست نہیں کیونکہ وصیت کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز کی کوئی وصیت کرتا ہے وہ اس کی ملکیت ہو۔جب انسان اپنے جسم وجان کا مالک نہیں ہے توجس طرح وہ اس کوفروخت نہیں کرسکتا، اسی طرح اس کی وصیت بھی درست نہیں۔

علامہ ابن رشدقرطبیؒ نے لکھا ہے: **أما الواہب فإنہم اتفقوا علی .... إذا کان مالکاً**

صحیح الملک . (بدایة المجتهد ۲/۲۴۵) واہب کیلئے جمہور ائمہ کے نزدیک متفقہ شرط یہ ہے کہ واہب اس موہوب شے کا واقعی مالک ہو۔ اور علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا ہے کہ

ومن شرائط الوصية أن يكون الرجل مالكاً و كون الشيء قابلاً للتمليك. (البحر الرائق ۸/۴۰۳)

وصیت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ موصی اس شے کا مالک ہو اور وہ شے بھی قابل تملیک ہو اور نیز یہ بھی شرط ہے کہ وہ ''مال متقوم'' ہو کما قال العلامة الكاسانيؒ: منها أن يكون مالاً متقوّماً فلا يجوز هبة ماليس بمال أصلاً كالحر والميتة والدم وصيد الحرم والإحرام وغير ذالك. (بدائع الصنائع، ۶/۱۱۹، کتاب الصید)

ہبہ کی شرط یہ ہے کہ شئے موہوب مال متقوم ہو اور جو مال متقوم اور مملوک نہ ہو اس کا ہبہ نہیں ہوسکتا' جیسا کہ آزاد آدمی' مردار جانور، خون' حرم اور احرام والے کا شکار کیا ہوا جانور وغیرہ۔

اور انسانی اعضاء میں دونوں شرائط مفقود ہیں' اس لئے کہ نہ تو انسان اپنے اعضا کا مالک ہے اور نہ انسانی اعضاء قابل تملیک شئ ہے کیونکہ یہ مال نہیں ہے اس لئے اعضاءِ انسانی کی بطور عطیہ وصیت بھی جائز نہیں۔

(۲) <u>انسان قابل احترام ہے</u>: عدمِ جواز کی دوسری دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ انسان قابل احترام اور قابل قدر ہے' لقوله تعالیٰ: ولقد كرّمنا بني آدم (الاية) اور تحقیق ہم نے انسان کو معزز و مکرم بنایا ہے۔ اسلئے اس کی اہانت اور تذلیل و تحقیر ہرگز روا نہیں۔ اور اس قطع و برید میں انسان کی توہین و تحقیر ہے' اس لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے:

وشعر الأنسان والانتفاع به أى لم يجز بيعه والا نتفاع به لأن الادمي مكرم غير متبذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً متبذلاً (البحر الرائق ۶/۸۱) انسانی بالوں کی بیع اور اس سے انتفاع ناجائز ہے' اسلئے کہ انسان مکرم ہے ذلیل نہیں' اس لئے اس کے اجزاء میں سے کسی جزء کی تذلیل و تحقیر کرنا جائز نہیں۔

اور علامہ کاسانیؒ نے واضح الفاظ میں لکھا ہے: ان استعمال جزء منفصل عن غيره من بني آدم إهانة بذالك الغير والادمي بجميع أجزائه مكرم ولا أهانة في استعمال جزء نفسه في الإعادة إلى مكانه. (بدائع الصنائع) کسی انسان کا کوئی عضو قطع و برید کے بعد استعمال کرنا صاحب عضو کی توہین ہے' اور انسان اپنے جمیع اعضاء کے اعتبار سے مکرم و محترم ہے البتہ انسان کے اپنے عضو کو اپنی جگہ لگانے میں کوئی اہانت نہیں ہے اور علامہ سرخسیؒ نے لکھا ہے: والادمي محترم بعد موته على ماكان عليه في حياته فكمالا يجوز التداوى بشيء من الادمي الحي إكراماً له' فكذالك لايجوز التداوى بعظم الميتة. (شرح السیر الکبیر ۱/۸۹، ۸۸)

انسان موت کے بعد بھی ویسا ہی قابلِ احترام ہے' جس طرح اپنی زندگی میں تھا تو جس طرح اس کی زندگی میں اکراماً اس کی اعضاء سے تداوی جائز نہیں تو اس طرح مردہ انسان کی ہڈی سے بھی تداوی جائز نہیں ہے اور فتاوی ہندیہ میں ہے:

قيل الانتفاع لم يجز للنجاسة وقيل للكرامة وهو الصحيح (الفتاوى الهندية ۵/۳۵۴)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اجزء انسانی سے انتفاع نجاست کی وجہ سے جائز نہیں اور بعض کا کہنا ہے کرامت کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور یہ رائے صحیح ہے

(۳) پیوند کاری مثلہ ہے: تیسری وجہ حرمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس میں انسانی اعضاء کی قطع و برید ہے اور اس عمل کو شریعت کی اصطلاح میں ''مثلہ'' کہا جاتا ہے مثلہ کی تعریف کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں' **انما المثلة قطع عضو ونحوه** (حاشية أبی داؤد ۱/۲۵۱. باب فی الاشعار کتاب الحج) مثلہ نام ہے کسی عضو یا اس جیسے کسی اور حصے کے کاٹنے کا۔

اور علامہ عینیؒ نے لکھا ہے **یقال مثلت بالحیوان إذا قطعت أطرافه و شوهت به ومثلت بالقتیل إذا جدعت أنفه وأذنه' أومذاکیره أو شیئاً من أطرافه** (عمدة القاری ۸/۲۹۶) کہا جاتا ہے حیوان کا مثلہ کیا گیا یہ اسوقت کہا جاتا ہے جب حیوان کے اطراف کاٹ دیئے جا چکے ہوں اور مقتول کا مثلہ کیا گیا جب اس کی ناک' کان' اعضاء تناسل یا کوئی بھی ظاہری حصہ (اطراف مثلاً ہاتھ' پیر) کاٹ دیئے جائے اور انسانی اعضا کی پیوند کاری کا یہ عمل بغیر اسکے ممکن نہیں' اسلئے کہ پیوند کاری سے پہلے ایک صحت مند انسان سے وہ عضو نکالا جاتا ہے اور یہی مثلہ ہے۔

اور ''مثلہ'' کی ممانعت پر صحیح احادیث دال ہیں اس لئے اس کی ممانعت متفق علیہ ہے' صحیح بخاری شریف میں روایت ہے **قال قتادة : بلغنا أن النبی ﷺ بعد ذالک (وقعة عکل وعرینة) کان یحث علی الصدقة وینهی عن المثلة** (صحیح بخاری ۲/۶۰۲) حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عکل و عرینہ کے اس واقعے کے بعد صدقہ کی ترغیب دیتے تھے' اور مثلہ سے منع فرماتے تھے

اور علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے: **فإن لم یجد المضطر شیئا "لم یبح" له أکل بعض أعضائه وإن لم یجد الادمی محقون الدم لم یبح له قتله' إجماعاً ولا أتلاف عضو منه مسلما کان أو کافرا لأنه مثلة فلا یجوز أن یبقی نفسه باتلافه وهذ الاخلاف فیه وان وجد معصوما میتالم یبح أکله** (المغنی ۱/۷۶)

اگر مضطر کو کھانے کی کوئی چیز نہ ملے تو اسے اپنا کوئی عضو کھانا بھی جائز نہیں ہے' اور نہ کسی انسان (محفوظ الدم) کا قتل کرنا جائز ہے اور نہ اس کے کسی عضو کا تلف کرنا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر کیونکہ یہ عمل مثلہ ہے تو اسلئے اپنی جان بچانے کیلئے دوسرے کا قتل کرنا جائز نہیں' اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں' اور اگر مضطر نے کسی مردہ انسان کو پایا' تو اس کیلئے اس مردہ انسان کا گوشت کھانا مباح نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام نوویؒ نے لکھا ہے **والمثلة وهو منسوخ'** کہ مثلہ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ (شرح صحیح مسلم ۲/۵۷) تو چونکہ اس میں مثلہ کی صورت بھی موجود ہے' اس کے ارباب علم اس صورت پیوند کاری کو نا جائز کہتے ہیں۔

(۴) چوتھی وجہ حرمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردہ اور زندہ انسان کی قطع و برید سے منع کیا ہے ارشاد

پاک ہے کہ "کسر عظم المیّت ککسرہ حیاً (سنن ابی داؤد ۲/۱۰۲ کتاب الجنائز)
مردہ شخص کی ہڈی توڑنا زندہ آدمی کے ہڈی توڑنے کے برابر ہے۔

اورامام مالکؒ نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت نقل کیا ہے : ان عائشۃؓ زوج النبی ﷺ کانت تقول کسر عظم المسلم میتاً ککسرہ وھو حیّ قال تعنی فی الاثم.(مؤطا إمام مالک ۲۲۰ کتاب الجنائز) بیشک آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ مسلمان میت کی ہڈی توڑنا گناہ میں زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کے برابر ہے۔مشہور فقیہ ومحدث ملاعلی قاریؒ اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:قولہ ککسرہ حیّاًیعنی فی الاثم کما فی روایۃ قال الطیبی إشارۃ إلی أن لایھا ن میتاً کما لایھان حیًّا قال ابن الملک إلی أن المیت یتألم. قال ابن حجر: ومن لازمہ أنہ یستلذ بما یستلذ بہ الحیّ وقد أخرج ابن أبی شیبۃ عن ابن مسعود قال : أذی المؤمن فی موتہ کاذائہ فی حیاتہ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۴/۷۹) نبی کریم ﷺ کے قول "ککسرہ حیاً" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح زندہ انسان کی ہڈی توڑنا گناہ ہے‘اسی طرح مردہ انسان کی ہڈی توڑنا بھی گناہ ہے‘علامہ طیبیؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث پاک میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح زندہ انسان کے اعضاء کونقصان پہنچا کراس کی توہین وتذلیل نہیں کی جائیگی‘اسی طرح مردہ انسان کی قطع و برید کرکے اس کی توہین نہیں کی جائیگی۔ابن الملکؒ نے کہا ہے کہ جس طرح زندہ انسان کوتکلیف ہوتی ہے اسی طرح مردہ انسان کوبھی تکلیف ہوتی ہے۔علامہ ابن حجرؒ نے کہا ہے‘اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ انسان زندگی میں جسطرح لذت حاصل کرتا ہے‘اسی طرح مرنے کے بعد بھی اسی چیز سے لذت حاصل کرتا ہےاورابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ مؤمن کومردے حالت میں تکلیف دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ زندگی میں اس کو تکلیف دینااورامام طحاویؒ اس روایت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان عظم المیّت لہ حرمۃ مثل حرمۃ عظم الحیّ لکن لاحیاۃ فیہ فکان کاسرہ فی انتھاک الحرمۃ ککاسرعظم الحیّ (حاشیہ موطاامام مالک ۲۲۰) حدیث مذکورکاحاصل یہ ہے کہ مردہ انسان کی ہڈی کی حرمت وعظمت ایسی ہی ہے جیسازندہ انسان کی ہڈی کی ہے فرق صرف اتناہے کہ مردہ انسان کی ہڈی میں حیات نہیں‘لہذا مردہ انسان کی ہڈی کوتوڑنے والاشخص ایسا گناہگار ہے جیسا کہ زندہ انسان کی ہڈی توڑنے والا گناہ گار ہے۔اورگناہ کے کاموں سے بچنالازمی اورضروری ہےاوراس پیوند کاری میں زندہ اورمردہ دونوں انسانوں کاقطع وبرید ہوتا ہےتو یہ روایت اس پیوندکاری کی ممانعت پردلالت کرتی ہے۔

(۵)　لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ ۔پیوندکاری کی ممانعت کی پانچویں وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسرے انسانوں کے بالوں کواپنے بالوں میں لگانے سے منع فرمایا ہے۔چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: ان رسول اللہ ﷺ لعن الواصلۃ والمستوصلۃ و الواشمۃ والمستوشمۃ .

(۲/۲۰۵) بے شک رسول اللہ ﷺ نے بال لگانے والی اور لگوانے والی اور خال لگانے (چھیند نے) والی اور خال لگوانے (چھیند وانے والی) پر لعنت فرمائی اور اعضاء کی پیوند کاری کے اس عمل میں ایک انسان کا عضو دوسرے انسان میں لگایا جاتا ہے جو اس روایت کے مشابہ ہے

(۶) ممانعت کی چھٹی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے "اگر کوئی انسان بھوک سے اتنا نڈھال ہو جائے کہ وہ مرنے کے قریب ہو اور مر رہا ہو اور اس حال میں اگر اسکو دوسرا انسان اپنا کوئی عضو کھانے کیلئے پیش کرے تو اس مضطر انسان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس انسان کا کوئی عضو کھائے بلکہ حالت اضطرار میں اپنا کوئی عضو بھی موت سے بچنے کیلئے نہیں کھا سکتا۔" فتاویٰ بزازیہ میں ہے: **مضطر لم یجد میتة و خاف الھلاک فقال له رجل اقطع یدی و کلھا أوقال اقطع منی قطعة و کلھا لا یسعه أن یفعل ذالک و لا یصح أمره به کمالایسع للمضطر أن یقطع قطعة من لحم نفسه فیاکل. (فتاوی بزازیة علی ھامش الھندیة ۳/۴۰۴)**

اگر کسی شخص کو کھانے کیلئے مردار جانور بھی نہ ملے اور بھوک کی وجہ سے اس کے مرنے کا اندیشہ اور خوف ہو اور دوسرا کوئی آدمی اس مضطر سے کہے' کہ میرا یہ ہاتھ کاٹ کر کھاؤ' یا مجھ سے گوشت کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر کھالو' تو اس مضطر شخص کیلئے ایسا کرنا اور اسی طرح دوسرے شخص کا ایسا کہنا بھی صحیح نہیں جیسا کہ مضطر کیلئے اپنے بدن کا کوئی حصہ کاٹ کر کھانا جائز نہیں۔

اور علامہ ابن عابدینؒ نے لکھا ہے: **وإن قال له' اخر اقطع یدی و کلھا لا یحل لا ن لحم الإنسان لا یباح فی الاضطرار (رد المحتار ۵/۲۱۵)**

اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو' تو بھی مضطر کے لئے اس کا ہاتھ کاٹ کر کھانا جائز نہیں۔ کیونکہ انسانی گوشت حالت اضطرار میں بھی حلال نہیں۔ تو جب اضطرار کی حالت میں دوسرے انسان کا کوئی عضو کھانا جائز نہیں تو اس طرح پیوند کاری کا یہ عمل بھی جائز نہیں اس لیے کہ اس میں بھی ایک انسان کا عضو استعمال کیا جاتا ہے

(۷) اور ساتویں وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ فقہاء کرام نے اکراہ تام کی صورت میں بھی کسی دوسرے انسان کو مارنے یا اس کا کوئی عضو کاٹنے کو جائز نہیں کہا ہے اگرچہ مکرہ علیہ اس کو اجازت دے دے۔

اور علامہ کاسانیؒ نے لکھا ہے: **أما النوع الذی لایباح ولایرخص بالإکراه أصلاً فھو قتل المسلم بغیر حق سواء کان الا کراه ناقصاً أوتاما و کذا قطع عضو من أعضا ئه ولو أذن له المکره علیه فقال للمکره افعل لایباح له أن یفعل لأن ھذا ممالایباح بالا باحة (بدائع الصنائع ۷/۱۷۷)**

کسی مسلمان کا قتل ناحق اِکراہ تام کی وجہ سے بھی جائز نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی عضو کاٹنا جائز ہے اگرچہ وہ مسلمان اپنے قتل یا عضو کاٹنے کی اجازت ہی کیوں نہ دے تو جب اکراہ تام کی صورت میں کسی دوسرے مسلمان یا کافر کا عضو کاٹنا جائز نہیں تو بلا جبر و اکراہ کیسے جائز ہوسکتا ہے اور پیوند کاری کی اس صورت میں یہی کچھ ہوتا ہے

(۸) اور اٹھویں وجہ تداوی بالحرام والنجس کی ہے، مانعین حضرات فرماتے ہیں:
کہ انسان کے جسم سے جب کوئی عضو الگ ہوجائے تو وہ ناپاک اور حرام ہوجاتا ہے' اور شرعاً حرام اور نجس اشیاء سے انتفاع لینا ناجائز ہے' اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: لاتـداوا بـحرام (ابوداؤد ۲/ ۱۸۵، کتاب الطب) کہ حرام چیز سے علاج نہ کرو۔ تو ان مذکورہ دلائل اور وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے اکثر علماء اس عمل کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

مجوزین پیوندکاری' اور انکے دلائل: جبکہ بعض اہل علم اور ارباب فتویٰ انسانی اعضاء کی اس پیوندکاری کو بعض شرائط کیساتھ جائز سمجھتے ہیں ان حضرات کا کہنا ہے کہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری ایک نیا مسئلہ ہے' اس بارے میں کوئی نص نہیں ہے اسلیے یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اجتہادی مسئلہ کے حل میں تحقیق اور اجتہاد کا مدار فقہی قواعد اور اصول پر ہوتا ہے' جو نصوص شرعیہ سے مستنبط ہوں لہذا یہ حضرات اس صورت کو درجہ ذیل قواعد کی روشنی میں جائز سمجھتے ہیں۔

(۱) فقہاء کرام کا مشہور قاعدہ ہے کہ الضرورآت تبیح المحظورات (الأشباہ والنظائر ۱/ ۲۵۱) یعنی ضرورتیں ناجائز چیزوں کو جائز کردیتی ہیں۔

یاد رہے کہ فقہاء کرام کے ہاں ضرورت سے مراد وہ ضرورت ہے' جہاں انسان بے بس ہوجائے' اور اس کی ضرورت اس ممنوع چیز کے استعمال کے بغیر پورا نہ ہوتی ہو۔ علامہ حمویؒ نے ضرورت وحاجت کا تعارف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

فالضرورة :بلوغه حدا ان لم يتنا ول الممنوع هلک أوقارب وهذاييبح تناول الحرام'
والحاجة : كالجائع الذی لو لم يجد ماياً كله' لم يهلک غير أنه يكون فی جهد ومشقة. (شرح الاشباہ والنظائر) پس ضرورت کسی کا اس حدتک پہنچنے کا نام ہے کہ اگر وہ اس ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو وہ ہلاک ہوجائے یا مرنے کے قریب ہوجائے تو یہ صورت اس کے لئے حرام چیز کو جائز کردیتی ہے۔ اور حاجت یہ ہے کہ اگر وہ اس حرام چیز کو استعمال نہ کرے' تو اگرچہ وہ ہلاک تو نہ ہوگا مگر شدید مشقت اور تکلیف میں مبتلا ہوجائے گا۔ اور علامہ علی حیدر نے لکھا ہے: الضرورة هی العذر الذی يجوز بسببه جراء الشئ الممنوع (دررالحکام ۱/ ۳۷)
ضرورة سے مراد وہ عذر ہے جس کی وجہ سے ممنوع شئ کا اجراء جائز ہوجائے اور اسی قاعدہ کی وجہ سے فقہاء کرام نے اضطرار کی حالت میں مردار جانور کا کھانا جائز قرار دیا ہے اور اسی طرح اگر ایک مسلمان ماہر ڈاکٹر اور طبیب کسی مریض کے بارے میں یہ رائے قائم کرے کہ اس کا علاج مباح ادویات اور ماکولات میں نہیں ہے' تو فقہاء کرام نے پیشاب اور خون سے بھی اس مریض کے علاج کو جائز کہا ہے (الاشباہ والنظائر ۱/ ۲۵۱)
اور یہ قاعدہ پوری طرح انسانی اعضاء کی پیوندکاری پر فٹ آتا ہے' اس لئے اس قاعدہ کی رُو سے انسانی اعضاء کی پیوندکاری شدید ضرورت کے تحت جائز ہے۔ .... (جاری ہے)